8

# میری تمام سرگزشت............

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

[شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ اس وقت برصغیر کے سب سے بڑے جلیل القدر استاذِ حدیث ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کا صرف صحیح بخاری شریف پڑھانے کا عرصہ نصف صدی پر مشتمل ہے ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے شیخ الحدیث آپ کے تلامذہ کے حلقے میں شامل ہیں، حضرت نے اپنی سوانح زندگی املا کرانا شروع کی ہے جسے جامعہ فاروقیہ کے فاضل اور تخصص فی الفقہ کے طالب علم مولوی شمس الحق کشمیری ضبط کررہے ہیں، اب تک دوڈھائی سو صفحات ہو چکے ہیں اور یوں خود حضرت کی زبان سے ان کی زندگی کی سرگزشت مرتب ہورہی ہے، اس سرگزشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت نے بغیر تصنع وتکلف کے زندگی کے واقعات کو ہو بہو بیان کردیا ہے، بڑے لوگوں کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں عموماً ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے طبعی زندگی سے ماوراء منفرد دکھائے جانے لگتے ہیں، سوانح نگار غالباً عقیدت کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والا قاری ان کو فطری تقاضوں، طبعی زندگی کی الجھنوں اور گردش لیل ونہار کی ہمہ گیر جکڑ بندیوں سے آزاد دیکھ کر یہ تاثر لے لیتا ہے کہ جو جھمیلے والی زندگی میں گزار رہا ہوں اس میں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا ممکن نہیں، وہ ان کی سوانح کو قابل رشک تو سمجھ لیتا ہے، قابل تقلید نہیں...... لیکن حضرت نے اپنی اس آپ بیتی میں طبعی زندگی کے واقعات کو بغیر کسی آمیزش کے ذکر کردیا ہے، تعلیم وتربیت اور دارالعلوم دیوبند میں اسباق کی تفصیلات پر مشتمل یہ آٹھویں قسط نذر قارئین ہے، امید ہے کہ اسے ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ سوانح یا آپ بیتی کا فی الحال یہ نام اس ناکارہ نے علامہ اقبال کے اس مشہور شعر سے اخذ کیا ہے۔

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ　　میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(مدیر)]

---

**تعلیم کے دوران بطورِ مدرس تقرر:** چوتھے سال میں ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب ذیقعدہ کے وسط میں بیمار ہوگئے، ان کے پاس اس وقت ''ہدایہ اولین'' کی جماعت زیرِ درس تھی، جس میں میرے بھائی مولوی عبدالقیوم خان صاحب بھی چھ، سات طالب علموں کے ساتھ شریک تھے۔ ایک جماعت ''کافیہ'' کی تھی جس میں مولوی جمشید صاحب (تبلیغی جماعت کے مشہور بزرگ) اور مولوی صمصام اللہ خان

پانچ، چھ طلباء شریک تھے۔ کچھ بچے فارسی اور میزان وغیرہ پڑھتے تھے، مدرسہ ''مفتاح العلوم'' میں اس کی گنجائش نہیں تھی کہ ان اسباق کے لئے کسی مدرس کا تقرر کیا جائے، ادھر مدارس میں داخلے بند ہو چکے تھے۔ میں نے مولانا سے درخواست کی آپ اجازت دیں تو میں دار العلوم سے آجاؤں اور ان اسباق کو پورا کراؤں۔ مولانا نے فرمایا کہ تمہارے والدین شاید اجازت نہ دیں۔ احقر نے عرض کیا کہ وہ ان معاملات سے واقف نہیں ہیں اور ان کو اس پرا عتراض نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں دیوبند سے جلال آباد آ گیا اور اسباق شروع کروا دیئے۔

**''مفتاح العلوم'' کی حالت زار:** یہاں کا حال زار انتہائی تکلیف دہ تھا۔ مولانا مدرسے میں صبح تشریف لاتے تھے، اور ایک مدرس مولانا کے نائب تھے اور ایک قاری صاحب جن کے پاس حفظ کی کلاس تھی، یہ حضرات دوپہر کا کھانا کھ کر کچھ طلباء ساتھ لے کر شکار کے لئے چلے جاتے تھے، مغرب تک ان کی واپسی ہوتی تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مدرسے میں تعلیمی ماحول بری طرح متاثر تھا اور مطالعے و تکرار کا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ حفظ کی کلاس کے طلباء کا صرف سبق سنا جاتا تھا، نہ منزل سنی جاتی تھی اور نہ سبق کا پارہ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ طلباء نے جو حفظ کیا تھا، وہ بالکل یاد نہیں تھا۔ البتہ ناظرہ ان کا رواں ہو گیا تھا، اس کلاس میں حکیم حفیظ الرحمٰن اور قاری عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہ شریک تھے۔ احقر نے جلال آباد آکر ایک کام تو یہ کیا کہ قاری صاحب کی چھٹی کرائی اور ان کی جگہ حافظ صدیق حسن خان صاحب، جو جلال آباد کے مشہور اور جید حافظ تھے اور قصبے میں حفاظ کی اکثریت انہی کی شاگرد تھی، وہ ''منّی والی مسجد'' میں پڑھایا کرتے تھے، ان کو مفتاح العلوم میں بلا لیا، اور اس کے بعد مفتاح العلوم کا حفظ کا درجہ قابل رشک اور مثالی بن گیا۔

**یومیہ سترہ اسباق کی تدریس:** ادھر میں نے ''ہدایہ'' کی جماعت کے اسباق ہدایہ اولین، مختصر المعانی، حسامی، مقامات، میبذی، سلم شروع کرا دیئے اور کافیہ کی جماعت کے اسباق، کافیہ، کنز، اصول الشاشی، شرح تہذیب وغیرہ شروع کرا دیئے وہ بچے جو فارسی یا میزان وغیرہ پڑھتے تھے، ان کے اسباق بھی شروع کرائے، اس طرح سترہ سبق روزانہ پڑھائے جاتے تھے۔ بعض سبق عشاء کے بعد اور بعض قبل از فجر بھی ہوتے تھے، اور میں نے خود تو اپنے اسباق اہتمام کے ساتھ اور محنت سے نہیں پڑھے تھے، بس امتحان کے موقع پر جو تیاری ممکن ہو سکتی تھی، وہ ہی میرے کام آتی۔ میں ناشتہ کرتے وقت بھی مطالعہ کرتا تھا اور کھانے کے وقت بھی یہ عمل جاری رہتا تھا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ ''میبذی'' میں نے بالکل نہیں پڑھی تھی اور امتحان کے موقع پر بھی اس کی کوئی تیاری نہیں کی تھی، مگر یہاں میبذی پڑھانے کے لئے ''عین القضاۃ'' اور ''صدیقیہ'' کا باستیعاب مطالعہ کیا اور سہولت کے ساتھ ''میبذی'' کو بھی پڑھایا۔ جلال آباد کے زمانے میں دار العلوم دیوبند جا کر سہ ماہی اور ششماہی امتحان بھی دیا۔

**امتحان میں ناکامی کی وجہ:** دارالعلوم میں میرے اسباق قاضی مبارک، امور عامہ، دیوان حماسہ تقریر دل پذیر وغیرہ تھے، ہم چونکہ اسباق سے غیر حاضر تھے، فنون کی کتابوں میں طلبہ بھی زیادہ نہیں ہوتے تو دوسری کتابوں میں تو ہم پاس ہوگئے، ان کا امتحان تحریری تھا، لیکن امور عامہ کا امتحان تقریری تھا، مولانا محمد شریف صاحب کشمیری استاد تھے، انہوں نے مسلسل غیر حاضری کی وجہ سے ہمیں فیل کردیا، یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم جواب نہ دے سکے تھے امور عامہ پر وحید الزمان کا حاشیہ بہت عمدہ ہے، لیکن وہاں حاشیہ دیکھنے کا موقع ہی میسر نہ تھا۔ پوری مدت تعلیم میں ہم بس اس امتحان میں ناکام رہے۔

ششماہی امتحان کے بعد میرا ارادہ آئندہ سال دورۂ حدیث پڑھنے کا ہوگیا اور چونکہ میں نے مشکوۃ نہیں پڑھی تھی، میرا یہ خیال تھا کہ میں دورۂ حدیث دو سال میں پڑھوں گا ایک سال ''مشکوۃ'' اور دورے کی چند کتابیں پڑھوں گا اور دوسرے سال صحیحین اور دوسری بعض اہم کتب پڑھوں گا۔ اب ارادہ چونکہ دورۂ حدیث کا ہوگیا تھا اس لئے مجبوراً تعلیمات میں درخواست دے کر میں نے اپنا نام خارج کرایا اور پھر جب ہدایہ اولین کے طلباء کی کتابیں رجب کے نصف تک پوری ہوگئیں تو خیال ہوا کہ ان کو بھی آئندہ سال دورے میں شریک کرایا جائے۔ چنانچہ رجب کے بقیہ ایام شعبان اور رمضان ان کو ''مشکوۃ شریف'' جلد اول پڑھائی میں نے مشکوۃ پڑھی تو تھی نہیں، ترجمہ کردیا کرتا تھا اور حاشیے کی مدد سے کچھ تشریح ہوجاتی تھی، اسی طرح جلالین کے دس پارے پڑھائے ملاحسن مفہوم تک، شرح عقائد، عذاب قبر تک پڑھائی۔ یہ بھی میری پڑھی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس کے متعلق تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس درسگاہ میں اس کا سبق ہوتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے استاد جب کہیں راستے میں ملتے تھے تو گھور کر ہمیں دیکھتے تھے، یہ گھورنا اس لئے تھا کہ سردی کے زمانے میں ہمارا لباس طلبہ کے عام لباس سے مختلف ہوتا تھا، مخمل کی سیاہ چادر اوڑھے رہتے اور سرخ رنگ کا گرم رومال سر پر باندھتے تھے مگر ان کا گھورنا گراں گذرتا تھا۔

جس سال ہم نے شرح عقائد کا سالانہ امتحان دیا، ہمارے سترہ سبق تھے اور دارالعلوم کی تعلیم کا یہ دوسرا سال تھا جلالین شریف، الفوز الکبیر، میبذی، شرح عقائد، ملاحسن، دیوان متنبی، عروض المفتاح، توضیح تلویح، مطول، تصریح، شرح چغمینی، سبع شداد، خلاصۃ الحساب، بست باب جزری، خلاصۃ البیان، قانونچہ...... بفضلہ تعالیٰ سالانہ امتحان میں سب کتابوں میں اچھے نمبروں سے کامیابی ہوئی اور خصوصی انعام کے مستحق قرار پائے۔ اور پھر رمضان کے بعد اپنے ان ساتھیوں کو لے کر ہم دارالعلوم دیوبند دورے کے داخلے کے لئے پہنچے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہمارے یہ تمام شاگرد دورے کے لئے داخلے کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور انہوں نے ہمارے ساتھ دورہ کیا۔

**مشکوۃ کا امتحان اور دورۂ حدیث میں داخلہ:** میرا امتحان مولانا بشیر احمد خان صاحب کے پاس گیا، یہ میرے

بہت سے اسباق میں استاد رہے تھے لیکن جب میں جلال آباد منتقل ہوا تو مولانا کو کسی نے یہ بتایا کہ یہ الیکشن کی مہم میں کام کرنے کے لئے دارالعلوم چھوڑ کر گیا ہے، یہ وہ ہی الیکشن تھا جس کے بعد تقسیم کا اعلان ہوا اور پاکستان بنا۔ مولانا نے جیسا کہ بعض طلباء نے بتایا کہ سبق میں اس کا ذکر کیا تھا جب کہ حقیقت حال اس سے بالکل مختلف تھی، مجھے سیاست سے نہ کبھی دلچسپی نہیں ہوئی ہے، نہ اس وقت تھی۔ بہرحال جب میں امتحان کے لئے مولانا کے پاس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کتابیں کہاں پڑھی ہیں، جب کہ ان کو معلوم تھا کہ میں دارالعلوم کا قدیم طالب علم ہوں۔ بہرحال انہوں نے ''مشکوۃ، باب صلوۃ السفر، الفصل الثالث'' میں وہ مقام نکالا جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بحالت سفر پوری نماز پڑھنے کا ذکر ہے، وہاں اشکال ہوا کرتا ہے کہ حنفیہ تو سفر میں قصر صلوۃ کو واجب کہتے ہیں، یہ مقام تھا اور مجھے احناف کا جواب معلوم نہیں تھا۔ اتنے میں تعلیمات کے دفتر سے ایک آدمی کوئی پیغام لے کر مولانا کے پاس آیا۔ مولانا اس کے ساتھ مشغول ہوئے اور میں نے حاشیہ دیکھ لیا جب مولانا فارغ ہوئے تو حنفیہ کی طرف سے دیئے گئے جوابات میں نے بیان کر دیئے اور میں امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ مولانا نے ''مشکوۃ'' کے علاوہ دوسری کسی کتاب کا امتحان نہیں لیا۔

**مسلم شریف کے سبق میں عدم شرکت کی وجوہات:** کچھ دنوں بعد اسباق شروع ہو گئے اور ''مسلم شریف'' کے سبق میں ہم نے یہ محسوس کیا کہ مولانا درس کے دوران ان حضرات علماء کے خلاف اشاروں میں جو پاکستان کی تحریک میں پیش پیش تھے، کچھ نامناسب باتیں کرتے ہیں، اگرچہ یہ عمل زیادہ تو نہیں تھا مگر پھر بھی وہ ہمیں پسند نہ آیا اس لئے ہم نے سبق میں جانا چھوڑ دیا کچھ اسکا بھی اثر تھا کہ انہوں نے ہماری جلال آباد منتقلی کو سیاست اور الیکشن کے حوالے سے خیال کیا تھا، اور سبق کے دوران اس کا اظہار کیا تھا۔

**سہ ماہی میں پہلی پوزیشن:** جب سہ ماہی امتحان آیا تو ''مسلم شریف'' کے نمبر ہمارے اکیاون تھے بعض طلباء نے اس پر مولانا کو بتایا کہ یہ تو سبق میں نہیں آتے ان کو آپ نے اتنے نمبر دے دیئے، چنانچہ ششماہی امتحان میں ہمارے نمبر چالیس آئے اور جن طلباء نے ہمارے پرچے کی نقل کی تھی، ان کے پچاس پچاس اور اکیاون اکیاون نمبر آئے (مولانا کے یہاں امتحان کے حوالے سے تساھل تھا، طلباء ایک دوسرے کی نقل بہت آسانی سے کر لیا کرتے تھے)، اس طرح سالانہ امتحان میں ''نسائی''، ''ابن ماجہ'' دو کتابوں کا امتحان یا تین کا امتحان مولانا کے یہاں تھا تو ان میں بھی انہوں نے چوالیس، پینتالیس سے زیادہ نمبر نہیں دیئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ششماہی اور سالانہ امتحان میں ہمیں پوزیشن نہیں ملی۔ جب کہ سہ ماہی امتحان میں ہم پہلی پوزیشن پر آئے تھے۔ ☆☆ (جاری ہے......